المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیسابوری

(۴)

صحیح مختلف فیہ کے اقسام

از مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین

پہلی قسم فرماتے ہیں۔

"جن احادیث کی صحت میں اختلاف ہے ان کی پہلی قسم احادیث مراسیل ہیں یعنی وہ احادیث جن میں امام تابعی یا تبع تابعی خود قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے سماع میں جو ایک یا دو واسطے ہیں ان کو ذکر نہ کرے۔

ایسی احادیث ائمہ اہل کوفہ کی ایک جماعت جیسے ابراہیم بن یزید نخعی، حماد بن ابی سلیمان، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، محمد بن حسن، اور بعد کے ائمہ کے نزدیک صحیح ہیں جن سے یہ جماعت احتجاج کرتی ہے بلکہ بعض ائمہ[۱] نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ وہ متصل مسند سے بھی اصح ہے کیونکہ جب تابعی نے جس سے حدیث سنی تھی اسی سے روایت کردی تو

---

[۱] حاکم کی مراد مشہور حافظ الحدیث امام عیسیٰ بن ابان سے ہے جو فقہاء حنفیہ میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں اور امام محمدؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ بعد کے فقہاء میں امام فخرالاسلام بزدوی بھی اس بارے میں ان ہی کے ہمخیال ہیں چنانچہ اپنی مشہور کتاب اصول الفقہ میں رقمطراز ہیں۔

واما ارسال القرن الثانی والثالث فھو حجۃ عندنا وھو فوق المسند کذلک ذکرہ عیسی بن ابان۔ (ص ۲ ج ۳)

تابعی یا تبع تابعی کا ارسال ہمارے نزدیک حجت ہے اور وہ مسند پر فوقیت رکھتا ہے۔ عیسیٰ بن ابان کی یہی تصریح ہے۔

روایت کو اسی راوی پر ڈالدیا لیکن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت کہیگا جبکہ اسکی صحت کے معلوم کرنے کی پوری طرح کوشش کرلی ہو۔

فقہار حجاز میں سے محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک مراسیل احادیث واہیہ میں داخل ہیں، جو احتجاج کے قابل نہیں۔ سعید بن المسیب، محمد بن مسلم زہری، مالک بن انس اصبحی، عبدالرحمن اوزاعی محمد بن ادریس شافعی، احمد بن حنبل اور بعد کے فقہار مدینہ کا یہی قول ہے "

مرسل کے بارے میں مذاہب ائمہ کی تحقیق

حاکم نے مرسل سے عدم احتجاج کے بارے میں جن بزرگوں کا نام لیا ہے ان میں بجز امام شافعیؒ کے باقی سب ائمہ مرسل کو قابل استناد و احتجاج سمجھتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے کسی خاص مرسل کی تضعیف کی ہو اور اس کو ناقابلِ اعتبار بتایا ہو جس سے حاکم نے یہ خیال کرلیا کہ وہ سرے سے حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے۔ ورنہ ان بزرگوں سے حدیث مرسل کے ناقابل احتجاج ہونے کے متعلق کوئی تصریح موجود نہیں بلکہ یہ سب حضرات خود احادیثِ مراسیل روایت کرتے تھے اور ان کو صحیح قرار دیتے تھے۔ امام مالکؒ کے متعلق سابق میں حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی کے بیان میں تصریح گزر چکی ہے کہ موطا میں انھوں نے کثرت سے مرسل حدیثیں بیان کی ہیں اور وہ مراسیل کو صحیح اور قابلِ عمل سمجھتے تھے۔ ہاں البتہ امام احمد سے اس بارے میں دو قول مروی ہیں لیکن مشہور قول یہی ہے کہ احادیث مراسیل ان کے نزدیک بھی صحیح ہیں۔ قبول مراسیل کے بارے میں کچھ ان ائمہ ہی کی تخصیص نہیں بلکہ سارے صحابہ و تابعین ان کو بالاتفاق حجت مانتے تھے۔ امام ابوداؤد سجستانی، امام ابن جریر طبری نے مرسل کی قبولیت پر علمار سلف کا اجماع نقل کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ امام شافعیؒ سے پہلے کسی شخص نے بھی ان کے ماننے سے انکار نہیں کیا۔

چنانچہ امام ابوداؤد اپنے مشہور رسالہ الی اہل مکہ میں رقمطراز ہیں۔

واما المراسیل فقد کان یحتج بہا العلماء مراسیل سے سارے اگلے علمار احتجاج کرتے تھے

فیما مضی مثل سفیان الثوری ومالك — جیسے سفیان ثوری، مالک، اوراوزاعی، یہاں تک

والاوزاعی حتی جاء الشافعی فتکلم فیہ و — کہ شافعیؒ آئے اورانھوں نے اس میں کلام کیا اور

تابعہ علی ذلك احمد بن حنبل وغیرہ [۵۱] — احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے اس بارے میں انکی اتباع کی۔

اورامام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

ان التابعین باسرھم اجمعوا علی قبول — تمام تابعین کا مراسیل کے قبول کرنے پر اجماع ہے

المراسیل ولم یات عنھم انکارہ ولا — نہ ان میں سے کسی سے اور نہ دوسو برس تک ان

عن واحد من الائمۃ بعدھم الی — کے بعد کے کسی امام سے مراسیل کا انکار مروی ہے

راس المائتین الذین ھم من القرون — یہ دونوں صدیاں اس مبارک عہد میں داخل ہیں

الفاضلۃ المشھود لھا من الشارع — جس کی برکت کی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم بالخیریۃ [۵۲] — نے شہادت دی ہے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے تصریح کی ہے۔

کان ابن جریر یعنی ان الشافعی اول — غالباً ابن جریرؒ کی مراد شافعیؒ سے ہے کہ سب سے پہلے

من ابی قبول المراسیل [۵۳] — انھوں نے مراسیل کے ماننے سے انکار کیا۔

امام شافعیؒ کی رائے | یوں تو امام شافعیؒ بھی قطعی طور پر مرسل کو ناقابلِ احتجاج قرار نہ دے سکے تاہم انھوں نے اس کو صحیح تسلیم کرنے کیلئے حسب ذیل شرائط کا اضافہ کیا۔

(۱) وہ یا اس کے ہم معنی دوسری روایت مسنداً موجود ہو۔

(۲) یا دوسرے تابعی کی مرسل اس کے موافق مروی ہو۔

---

۵۱ توضیح الافکار قلمی ص۱۹۵۔ ۵۲ تنقیح الانظار قلمی ص۹۲ تدریب الراوی ص۶۱ شرح شرح النخبہ بوجیہ العلوی ص۲۹ وایضا لعلی القاری ص۱۲۱ تنقیح وتدریب الی راس المائتین تک منقول ہے الذین ھم من القرون الخ اخیر کی دونوں کتابوں سے لیا گیا ہے
۵۳ تنقیح الانظار قلمی ص۹۳ تدریب الراوی ص۶۷ میں بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے۔

(۳) یا صحابہ کا فتوی اس کے مطابق پایا جائے۔

(۴) یا عام علماء اسی مضمون پر فتوی دیں۔

پھر اگر راوی سند بیان کرے تو کسی مجہول یا ضعیف کا نام نہ لے اور جب رواۃ حفاظ کے ساتھ شریک روایت ہو تو ان کی مخالفت نہ کرتا ہو۔

اگر ان شرطوں سے روایت خالی ہے تو وہ صحیح نہیں پھر ان کی صحت کے مدارج بھی انکی ترتیب پر ہیں۔ یعنی جس میں پہلی شرط پائی جائے وہ زیادہ قوی پھر علی الترتیب بعد کی تینوں قسم کی مراسیل۔[۱]

امام احمدؒ کا مذہب حافظ ابوالفرج بن الجوزی نے اپنی مشہور کتاب تحقیق میں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ مرسل حجت ہے اور محدث خطیب بغدادی نے جامع میں امام موصوف کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ربما کان المرسل اقوی من المسند[۲] کبھی کبھی مرسل مسند سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔

فضل بن زیاد کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے ابراہیم نخعی کے مراسیل کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ لاباس بھا (ان میں کوئی خرابی نہیں[۳]) سعید بن المسیب کی مراسیل کو امام موصوف نے اصح المراسیل فرمایا ہے۔[۴] مراسیل کو صحیح ماننے کے متعلق امام موصوف کا مذہب اس درجہ مشہور ہے کہ نواب صدیق حسن خاں تک اس کی شہرت سے انکار نہ کر سکے فرماتے ہیں۔

"وابو حنیفہ ورطائفہ کہ احمد در قول مشہور از ایشاں است گفتہ کہ صحیح است" منہج الوصول ص۲۲

یہ خیال رہے کہ اس بارے میں ابن الجوزی کے بیان کی جو اہمیت ہو سکتی ہے وہ دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ خود حنبلی ہیں۔ وصاحب البیت ادری بما فیھا (اور گھر کا حال کچھ گھر والا ہی زیادہ جانتا ہے۔

---

[۱] اصول الفقہ لمحمد الخضری ص۲۸۵ طبع مصر۔ [۲] ان دونوں حوالوں کیلئے دیکھو شرح نقایہ لملاعلی القاری ص۲ وص۲ ج ۱۔
[۳] الکفایہ طبع دائرۃ المعارف ص۳۸۶ [۴] ایضا ص۴۰۴

اہلِ مدینہ کا عمل | حاکم کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ "فقہاء اہلِ مدینہ مرسل کو حجت نہیں گردانتے" حافظ خطیب بغدادی الکفایہ فی علم الروایہ میں لکھتے ہیں۔

قد اختلف العلماء فی وجوب العمل بما	مرسل کے واجب العمل ہونے میں علماء باہم مختلف
ھذہ حالہ فقال بعضھم انہ مقبول ویجب	ہیں بعض کا قول ہے کہ وہ مقبول ہے اور اس پر
العمل بہ اذا کان المرسل ثقۃ عدلا	عمل واجب ہے جبکہ ارسال کنندہ ثقہ اور عدل ہو
وھذا قول مالک واھل المدینۃ و	اور یہی قول ہے مالکؒ اور اہلِ مدینہ کا اور ابو حنیفہؒ
ابی حنیفۃ واھل العراق ؎	اور اہلِ عراق کا۔

سلف کے زمانہ میں علم کے دو ہی بڑے مرکز تھے مدینہ اور عراق، سعید بن مسیب اور زہری دونوں اہلِ مدینہ میں شمار کئے جاتے ہیں خطیب کی تصریح کے مطابق سارے اہلِ مدینہ اور اہل عراق حدیث مرسل کو مقبول سمجھتے اور اس پر عمل واجب جانتے تھے۔

مرسل کے ناقابلِ احتجاج ہونے کے دلائل | حاکم نے مرسل سے عدمِ احتجاج پر یہ آیت پیش کی ہے فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین الآیہ اور استدلال میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

فقرن اللہ تعالیٰ الروایۃ بالسماع من	اللہ تعالیٰ نے روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	سننے سے ملا دیا۔

حاکم کے دعوے اور دلیل میں مطابقت تو دور کی بھی نہیں اور پھر استدلال میں جو الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے بھی استدلال تشنہ اور غیر واضح ہی رہتا ہے۔ غالباً منشایہ ہے کہ چونکہ آیت مذکورہ میں یہ حکم ہے کہ ہر قوم کے کچھ لوگ سفر کرکے دین میں تفقہ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو خبر دیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر سنے روایت نہیں کرنا چاہئے اور چونکہ مرسل میں سماع مذکور نہیں ہوتا اسلئے وہ حجت نہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ امام تابعی یا تبع تابعی

؎ الکفایہ طبع دائرۃ المعارف ص۳۸۴

جب کوئی حدیث روایت کرتا ہے تو اس کے سماعِ متصل کو معلوم کر کے ہی تو روایت کرتا ہے نہ کہ کسی شیخ سے اور اس کے سلسلۂ سند کو معلوم کئے بغیر بلا تحقیق قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتا ہے اگر ایسا ہے تو وہ امام تو کجا سراسر وضاع و کذاب ہے۔ حالانکہ مرسل کی تعریف میں خود نے تصریح کی ہے کہ امام تابعی یا تبع تابعی کے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں نہ کہ کسی غیر ثقہ شخص کے قول کو۔

پھر یہ تین حدیثیں دلیل میں بیان کی ہیں۔

(۱) نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا حتی یودیھا الی من یسمعھا۔	اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاداب رکھے جس نے میرے قول کو سنا اور یاد رکھا یہانتک کہ اس کے سننے والے تک پہنچا دیا۔
(۲) تسمعون ویسمع منکم ویسمع من الذین یسمعون من الذین سیمعون منکم ثم یاتی بعد ذلك قوم سمان یحبون السمن ویشھدون قبل ان یسئلوا۔	تم سنتے ہو اور تم سے سنا جائیگا اور ان لوگوں سے سنا جائیگا جو سنینگے ان لوگوں سے جو تم سے سنینگے پھر اس کے بعد ایک ایسی قوم آئیگی جو موٹی ہوگی اور موٹاپے کو پسند کریگی وہ لوگ سوال کرنے سے پہلے شہادت دینے لگیں گے۔
(۳) حدثوا عنی کما سمعتم۔	تم نے جس طرح مجھ سے سنا ہے اسی طرح بیان کرو۔

حاکم نے ان حدیثوں سے وجہ استدلال بیان نہیں کی اور ہماری رائے ناقص میں بھی ان روایات سے مرسل کے صحیح نہ ماننے کا تعلق سمجھ میں نہیں آسکا۔ پہلی اور تیسری حدیث میں الفاظ روایت میں احتیاط بلیغ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ دوسری حدیث خبر ہے نہ کہ حکم۔ چنانچہ ارشاد نبوی کے مطابق ظہور میں آیا اور احادیث کا دفتر مدون ہو کر تیار ہو گیا۔ مرسل صحیح بھی اسی طرح سماعِ متصل ہی سے تابعی تک اور تابعی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ سماع کے ذکر کرنے کا ان میں سے کسی روایت میں حکم نہیں کہ اگر سماع روایت

میں مذکور نہ ہو تو روایت ناقابلِ قبول ٹھیرے. غرض بغیر وجہ استدلال بتائے ہوئے ان احادیث کو روایت کر کے یہ کہہ دینا کہ ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرسل احادیث واہی ہیں صحیح نہیں۔

پھر حاکم نے ابو اسحاق طالقانی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"میں نے ابن مبارک سے پوچھا کہ روایت من صلی علی ابویہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں دریافت کیا اس کا راوی کون ہے۔ میں نے کہا شہاب بن خراش فرمایا ثقہ ہیں۔ میں نے کہا وہ حجاج بن دینار سے روایت کرتے ہیں، کہنے لگے وہ بھی ثقہ، وہ کس سے بیان کرتے ہیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان تو اتنا بڑا جنگل ہے کہ اس میں اونٹنیوں کی گردنیں قطع ہو کر رہ جائیں"

اول تو ابن مبارک کا یہ بیان مرسل سے متعلق نہیں بلکہ منقطع سے ہے اور پھر اس سے یہ کب لازم آیا کہ ان کے نزدیک ہر مرسل حدیث حجت نہ ہو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ وہ حجاج کی اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے ورنہ مراسیل کی صحت ان کا مذہب تھا چنانچہ خود حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں حسن بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن مبارک سے ایک حدیث بیان کی جس کی سند یہ تھی عن ابی بکر بن عیاش عن عاصم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے کہا ٹھیک ہے میں نے کہا اس کی عاصم سے آگے سند نہیں. فرمانے لگے بھلا عاصم یوں ہی بیان کرسکتے ہیں [1]

مرسل سے احتجاج کے دلائل۔ علامہ حافظ محمد بن ابراہیم وزیر نے تنقیح الانظار میں جو اصول حدیث پر ان کی بیش بہا کتاب ہے مرسل کے قابلِ قبول ہونے پر تین دلیلیں دی ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۱) اجماع صحابہ و تابعین. صحابہ میں عام طور پر حدیث مرسل کی روایت شائع وذائع تھی وہ برابر اس کو مانتے اور اس پر عمل کرتے رہے. ان میں سے کسی نے اس کے ماننے سے انکار نہیں کیا. حضرت براء بن عازب نے

---

[1] معرفۃ علوم الحدیث ص۲۶ طبع مصر۔

صحابہؓ کے ایک مجمع میں بیان کیا کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں وہ سب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نہیں سنا لیکن ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ تابعین کا اجماع ابن جریر کے بیان سابق میں گزر چکا۔

(۲) خبر واحد کے واجب العمل ہونے کے متعلق جتنے دلائل ہیں ان میں مسند اور مرسل کی کوئی تفریق نہیں

(۳) ثقہ جب جزم اور یقین کے ساتھ اپنی ذمہ داری پر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور یہ جانتے ہوئے کہے کہ اس کا راوی مجروح العدالت ہے تو اس نے خیانت کی جو کسی ثقہ سے نہیں ہو سکتی اسی بنا پر محدثین بخاری کی ان تمام تعلیقات کو قبول کرتے ہیں جنکو انھوں نے جزم کے الفاظ میں بیان کیا ہے[۱]

مرسل کی چار قسمیں | ائمہ اصول نے مرسل کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) مراسیل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(۲) مراسیل قرن ثانی وثالث یعنی امام تابعی تا تبع تابعی کا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا۔ عام طور پر محدثین کے نزدیک اسی دوسری قسم پر مرسل کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۳) ہر عہد کے ثقہ راوی کی مرسل۔ اس کو محدثین کی اصطلاح میں مفصل کہتے ہیں۔

(۴) وہ حدیث جو ایک طریقہ سے مرسل مروی ہے اور دوسرے سے مسند۔[۲]

پہلی قسم بالاتفاق مقبول ہے اور اس بارے میں کسی مخالف کا اعتبار نہیں۔ دوسری قسم تمام ائمہ سلف کے نزدیک مقبول اور واجب العمل تھی۔ سب سے پہلے امام شافعیؒ نے اس کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اور اس کے قبول کرنے کیلئے کچھ نئی شرطیں لگائیں۔ بعد میں محدثین کی ایک جماعت نے اس بارے میں ان سے اتفاق رائے کیا اور بعض نے سرے سے ان کو ناقابل قبول قرار دیا۔

مراسیل تابعین کے نہ ماننے کی عقلی دلیل | حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں لکھا ہے کہ

"جہالت راوی کے سبب مرسل قسم مردود میں داخل ہے کیونکہ جب تابعی نے راوی کا نام نہیں بیان

---

[۱] تنقیح الانظار قلمی ص۹۲ و ص۹۳۔ [۲] اصول بزدوی ج۳ ص۲۔

کیا تو ممکن ہے کہ وہ راوی صحابی ہو اور ممکن ہے کہ تابعی۔ اخیر صورت میں وہ ضعیف بھی ہو سکتا ہے اور ثقہ بھی۔ ثقہ ہونے کی شکل میں پھر وہی پہلا احتمال باقی ہے جس کا سلسلہ عقلاً تو غیر متناہی ہے تاہم تتبع اور تلاش سے پتہ چلا ہے کہ یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ چھ یا سات اشخاص پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ تابعین کی روایات میں پایا نہیں گیا۔" ؎۵۱

اس دلیل کا ابطال | یہ ہے وہ دلیل جس کو حافظ صاحب موصوف نے بڑے زور کے ساتھ پیش کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ احتمالات صحابہ کی مراسیل میں پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس اصول پر تو حدیث و سنت کا بیشتر حصہ ناقابل عمل ہو کر رہ جائیگا کیونکہ جب تک صحابی کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت میں سماع مذکور نہ ہوگا روایت قابل قبول نہیں ہوگی۔

صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے تابعین سے احادیث روایت کی ہیں۔ محدثین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ حافظ خطیب بغدادی نے اس موضوع پر جو کتاب تصنیف کی ہے اس کا نام ہے "روایۃ الصحابۃ والتابعین" حافظ زین الدین عراقی کو جب یہ معلوم ہوا کہ بعض علماء اس کو نہیں مانتے کہ کسی صحابی نے کسی تابعی سے کوئی روایت بیان کی ہے تو انھوں نے بیس حدیثیں التقیید والایضاح میں ایسی بیان کیں جن کو صحابہ نے تابعین سے روایت کیا ہے۔ ان صحابہ کرام کے اسمار گرامی درج ذیل ہیں

سہل بن سعد، سائب بن یزید، جابر بن عبداللہ، عمرو بن حارث مصطلقی، یعلی بن امیہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، سلیمان بن صرد، ابوہریرہ، انس، ابوامامہ، ابوالطفیل ؎۵۲

اب سوال یہ ہے کہ وہ عقلی احتمال جہالت راوی کا جو حافظ صاحب نے تابعین کی احادیث میں بیان کیا تھا وہ یہاں بھی موجود ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ تابعین کی مراسیل میں وسائط زیادہ ہونگے اور یہاں کم۔ مگر یہ احتمال بالکلیہ مرتفع نہیں ہو سکتا۔

؎۵۱ شرح نخبہ ص۱۱۱ طبع مصر۔ ؎۵۲ التقیید والایضاح از ص۵۹ تا ص۶۳۔

غور کیجئے جب ان ائمہ تابعین کی روایات میں جن پر روایت و فتویٰ کا دارومدار تھا جو جرح و نقد کے امام تھے جن کی ساری عمر احادیثِ نبویہ کی تحقیق و تلاش میں بسر ہوئی، جو فیضانِ نبوت سے بیک واسطہ مستنیر ہوئے جنھوں نے صحابہ کی آنکھیں دیکھیں اور مدتوں شرفِ ملازمت سے بہرہ اندوز رہے جن کو صیرفی الحدیث[۵۱] کہا گیا۔ جن کے متعلق ائمہ حفاظ نے تصریح کی ہے کہ جب وہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو ہمیں اس کی اصل ملجاتی ہے[۵۲]۔ جن سے جب اسناد کا مطالبہ ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ جب ہم سند بیان کرتے ہیں تو ہمارے پاس صرف وہی اسناد ہوتی ہے لیکن جب ہم بغیر سند ذکر کئے روایت بیان کرتے ہیں تو ہم اس کو ایک جماعتِ کثیر سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی کتاب العلل میں رقمطراز ہیں۔

عن سلیمان الاعمش قال قلت	سلیمان اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم نخعی سے کہا
لابراھیم النخعی اسند لی عن عبداللہ	کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت کی مجھ سے سند بیان کرو، تو
بن مسعود فقال ابراھیم اذا	ابراہیم نے کہا کہ جب عبداللہ کی حدیث کی سند میں تم سے
حدثتکم عن عبداللہ فھو الذی	بیان کرتا ہوں تو وہی میرا سماع ہوتا ہے لیکن جب "قال
سمعت واذا قلت قال عبداللہ	عبداللہ" کہتا ہوں تو وہ عبداللہ سے بہت سے رواۃ
فھو عن غیر واحد عن عبداللہ ص ۲۳۹ ج ۲	کے ذریعہ مروی ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت حسن بصری سے کسی نے کہا کہ جب آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں تو قال

---

۵۱ "حدیث میں صراف" یہ امام اعمش نے حضرت ابراہیم نخعی کے متعلق کہا ہے دیکھو تذکرۃ الحفاظ ص ۶۹ ج ۱

۵۲ امام ترمذی کتاب العلل میں فرماتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ بن سوار العنبری قال سمعت	یحیی بن سعید قطان کا بیان ہے کہ بجز
یحیی بن سعید القطان یقول ما قال الحسن	ایک یا دو حدیثوں کے حسن نے جب
فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	بھی قال رسول اللہ صلی اللہ
وسلم الا وجدنا لہ اصلا الا حدیثا	علیہ وسلم کہا تو ہم کو اس کی اصل
اوحدیثین۔ ص ۲۳۹ ج ۲	مل گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کرتے ہیں اگر اس کی سند بھی بیان فرما دیا کریں تو کیا اچھا ہو۔ جواب دیا اے شخص نہ ہم نے جھوٹ بولا نہ بولیں گے۔ خراسان کی جنگ میں ہمارے ساتھ تین سو صحابہ تھے کس کس کے نام بتائیں) ؎۵۱

غرض جب امام ابراہیم نخعی اور حضرت حسن بصری جیسے جلیل المرتبت تابعین کی مراسیل میں جہالت راوی کی احتمال آفرینی چل سکتی ہے تو آخر صحابہؓ کی مراسیل میں کیوں نہیں چل سکتی خصوصاً ان صحابہؓ کی روایات میں جن کے متعلق بالیقین معلوم ہے کہ وہ تابعین سے روایت کرتے تھے۔

جو شخص ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرے اس کی مرسل بالاتفاق مقبول نہیں

پھر ائمہ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جو شخص ثقات اور غیر ثقات دونوں سے ارسال کرے اس کی روایات بالاتفاق مقبول نہیں۔ خود حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

ونقل ابوبکر الرازی من الحنفیۃ وابو	حنفیہ میں سے ابوبکر رازی اور مالکیہ میں سے ابوالولید
الولید الباجی من المالکیۃ ان الراوی	باجی نے تصریح کی ہے کہ راوی جب ثقات اور
اذا کان یرسل عن الثقات وغیرھم	غیر ثقات دونوں سے ارسال کرے تو اس کی
لا یقبل مرسلہ اتفاقاً ؎۵۲	مرسل بالاتفاق مقبول نہیں۔

غور فرمائیے جب یہ بالاتفاق مسلّم ہے کہ اس شخص کی مراسیل جو ضعفاء سے ارسال کرے قابلِ قبول نہیں تو پھر حافظ صاحب کے اس احتمال کی گنجائش ہی کہاں ہے۔

تعلیقات بخاری اور مراسیل تابعین

پھر یہ بھی خیال رہے کہ محدثین ایک طرف بخاری کی ان تعلیقات تک جن کو وہ بالجزم بیان کریں جن میں راوی اور مروی عنہ تک ایک جگہ نہیں متعدد جگھوں پر بقول ابن مبارک مفازۃ تنقطع فیھا اعناق الابل موجود ہوتا ہے صحیح سمجھتے ہیں اور دوسری طرف کبار ائمہ

؎۵۱ تدریب الراوی ص۶۹۔ ؎۵۲ شرح نخبۃ الفکر ص۱۱۳ طبع مصر۔

تابعین کے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے پر بھی اعتبار نہیں جن کی فضیلت پر آیت وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ شاہد ہے۔ کیا امام ابراہیم نخعی، امام حسن بصری، کا جزم امام بخاری کے جزم سے بھی نیچے درجہ کا ہے؟ کیا ان ائمہ کی مراسیل صحت میں تعلیقات بخاری سے بھی کم ہیں؟۔

مرسل کے بارے میں امام ابوداؤد کا فیصلہ

یہی وجہ ہے کہ امام ابوداؤد سجستانی صاحب السنن نے اپنی مشہور تصنیف رسالہ الیٰ اہلِ مکہ میں عام محدثین کے خلاف صاف طور پر فیصلہ صادر فرما دیا۔

فاذا لم یکن مسند غیر المراسیل ولم یوجد المسند فالمرسل یحتج بہ [۵۱]	جب مراسیل ہی ہوں اور مسند نہ ہو تو مرسل سے احتجاج کیا جائیگا۔

مرسل کی تیسری قسم یعنی زمانہ تابعین و تبع تابعین کے بعد کے فقہاء یا محدثین کا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا جسے محدثین کی اصطلاح میں معلق یا معضل کہتے ہیں۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ ابن صلاح سے ناقل ہیں۔

ان وقع الحذف فی کتاب التزمت صحتہ کالبخاری فما اتی فیہ بالجزم دل علی انہ ثبت اسنادہ عندہ وانما حذف لغرض من الاغراض۔ [۵۲]	اگر حذف اسناد ایسی کتاب میں واقع ہوا جس میں صحت کا التزام ہے جیسے بخاری تو جو روایات انھوں نے اس میں بصیغہ جزم بیان کی ہیں وہ اس بات کو بتلاتی ہیں کہ اس کی اسناد مصنف کے نزدیک ثابت ہے اور اسے کسی وجہ سے ذکر نہیں کیا ہے۔

ائمہ حنفیہ میں سے امام عیسیٰ بن ابان نے اس تیسری قسم کے متعلق تصریح کی ہے کہ صرف ان ائمہ نقل و روایت ہی کے مراسیل قبول کئے جائیں گے جو علم و روایت میں مشہور ہوں گے جن سے علم کے حاصل کرنے کا لوگوں میں شہرہ ہوگا۔ [۵۳]

---

[۵۱] مقدمہ سنن ابی داؤد ص۱۔ [۵۲] شرح نخبۃ الفکر ص۱۰۰ و ص۱۰۱۔ [۵۳] کشف الاسرار ص۳ ج۳

اس عہد میں بے سند حدیث بیان کرنیکا حکم | علامہ عبدالعزیز بخاری نے کشف الاسرار شرح اصول بزودی میں جو اصولِ فقہ کی بینظیر کتاب ہے تصریح کی ہے کہ

"ہمارے زمانے میں جب کوئی شخص قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے تو اگر وہ روایت احادیث میں معروف ہوگی تو قبول کی جائیگی ورنہ نہیں یہ اسلئے نہیں کہ وہ مرسل ہے بلکہ اس سبب سے کہ اب احادیث منضبط اور مدون ہوگئی ہیں لہذا ہمارے زمانہ میں جس حدیث کی معرفت سے علماء حدیث انکار کریں وہ کذب ہے ہاں اگر یہ زمانہ وہ ہوتا جب سنن کی تدوین نہیں ہوئی تھی تو قبول کیجا سکتی تھی" [1]

چوتھی قسم کے متعلق مفصل بحث حاکم کی تیسری قسم کے بیان میں آگے آتی ہے۔

پرستارانِ اسناد کی خدمت میں اتنا عرض کرنا اور ضروری ہے کہ ہماری بحث اس ارسال سے متعلق ہے جس کی جب سند بیان کی جائے قابل قبول ہو نیز ایسے شخص کے ارسال سے ہے جس کے متعلق کذب و دروغ بیانی کا گمان تک نہیں کیا جا سکتا ایسا شخص قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اسی وقت زبان سے نکال سکتا ہے جبکہ اس نے سند کی چھان بین کر لی ہو اور حدیث کی صحت کا یقین حاصل کر چکا ہو ورنہ ظاہر ہے جو شخص قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے میں احتیاط نہیں کرتا وہ حدثنی فلان کہنے میں کیا خاک احتیاط کریگا ایسے شخص کی مسند تو بدرجہ اولی ناقابل قبول ہوگی۔ غور فرمائیے جو شخص رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے متعلق دروغ بیانی میں باک نہیں کرتا اسے اپنے شیوخ و اساتذہ کے متعلق اس قسم کی کیوں جرات نہیں ہو سکتی۔ منکرین مراسیل کا بھی عجیب حال ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ بیان کیا جائے تو ناقابل قبول اور جب غیر کے متعلق بیان کیا گیا تو واجب التسلیم ایک ہی راوی کی مسند تو صحیح مگر مرسل ناقابل احتجاج ع ھذا لعمری فی القیاس بدیع

امام فخر الاسلام نے سچ فرمایا ہے۔

---

[1] کشف الاسرار ج ۳ ص

فعمد اصحاب ظاھر الحدیث ارباب ظواہر نے دونوں روایتوں میں سے جو زیادہ

فردوا اقوی الامرین ؎۵۱ قوی تھی اس کو ہی چھوڑ دیا۔

| انکار مرسل کے اصول پر سنت کا ایک حصہ معطل ہو کر رہ جاتا ہے | امام ابوداؤد سجستانی اور امام ابن جریر طبری کا بیان سابق میں آپ کی نظر سے گزر چکا جس سے واضح ہے کہ مراسیل کی قبولیت سے انکار سلف کے تعامل و توارث کے |

بالکل برخلاف ہے اور نہ صرف اتنا بلکہ بقول امام بزدوی

وفیہ تعطیل کثیر من السنن ؎۵۲ اس طرح پر بہت سی سنن معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔

حافظ دار قطنی اور بیہقی نے مذہب محدثین و شافعیہ کی نصرت میں جو خدمات انجام دی ہیں بیان سے باہر ہیں۔ امام الحرمین کا قول ہے کہ "کوئی شافعی ایسا نہیں جس کی گردن پر امام شافعی کا احسان نہ ہو بجز بیہقی کے کہ انھوں نے جس طرح امام شافعیؒ کے اقوال اور ان کے مذہب کی تائید میں خدمات انجام دی ہیں اس سے خود امام شافعیؒ پر ان کا احسان ہے"۔ ؎۵۳

ان دونوں بزرگوں کی یہ کیفیت ہے کہ سند پر سند اور روایت پر روایت ذکر کرتے چلے جاتے ہیں جس کی تضعیف کی ان کے پاس بجز اس کے کوئی اور صورت نہیں ہوتی کہ اس کو یا مرسل کہدیں یا موقوف۔

زمانہ کی نیرنگیاں بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ منکرین مراسیل کو اصحاب الحدیث کہا جائے اور جو حدیث مرسل تک واجب العمل قرار دیں ان کو اہل الرائے۔

جنوں کا نام خرد رکھدیا خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

صحیح مختلف فیہ کی دوسری قسم | فرماتے ہیں۔

"حدیث صحیح کی دوسری قسم جس کی صحت میں اختلاف ہے مدلسین کی وہ روایات ہیں جن کی روایت میں وہ اپنا سماع بیان نہیں کرتے ایسی سب روایات ان ائمہ اہل مدینہ کے نزدیک جن کا سابق میں ہم ذکر کر چکے ہیں صحیح ہیں۔

؎۵۱ و ؎۵۲ اصول بزدوی ص۳ ج ۳۔ ؎۵۳ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی ص۴ ج ۳ طبع مصر۔

تدلیس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً سفیان بن عینیہ جو ائمہ اہل مکہ میں شمار کئے جاتے ہیں یوں روایت کریں۔

قال الزھری حدثنی سعید بن المسیب زہری نے کہا کہ سعید بن المسیب نے مجھ سے بیان کیا۔

یا اس طرح کہیں

قال عمرو بن دینار سمعت جابرا۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے جابر سے سنا۔

سفیان بن عینیہ کا سماع زہری اور عمرو بن دینار دونوں سے مشہور ہے لیکن اس جگہ مذکور نہیں اور ان کے متعلق یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جب کسی روایت میں ان کا سماع فوت ہوجاتا ہے تو وہ تدلیس سے کام لیتے ہیں علی بن خشرم کا بیان ہے کہ میں سفیان بن عینیہ کی مجلس درس میں حاضر تھا انھوں نے قال الزھری کہکر حدیث شروع کی۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ کیا آپ کے سامنے زہری نے حدیث بیان کی تھی تو وہ خاموش ہو رہے اور پھر قال الزھری کہہ کر آگے چلنے لگے پھر ان سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے زہری سے یہ روایت سنی ہے۔ کہنے لگے نہ تو یہ روایت خود میں نے زہری سے سنی اور نہ کسی اس شخص سے جس نے اس کو زہری سے بلاواسطہ سنا ہو مجھے تو عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے زہری سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اسی طرح قتادہ بن دعامہ جو اہل بصرہ کے امام ہیں۔ انس اور حسن سے تدلیس میں مشہور ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا جیسے ہی حدثنا کا لفظ انکی زبان سے نکلتا فوراً لکھ لیتا ورنہ نہیں۔

اہل کوفہ میں سے بعض نے تدلیس کی ہے بعض نے نہیں تاہم اکثر اس میں مبتلا تھے جن میں حماد بن ابی سلیمان اور اسمعیل بن ابی خالد وغیرہ داخل ہیں البتہ طبقہ ثانیہ کے لوگ جیسے ابواسامہ حماد بن اسامہ اور ابومعاویہ محمد بن خازم ضریر وغیرہ تو ان میں سے اکثر نے تدلیس نہیں کی۔

ابوعبیدہ بن ابی سفیان کا بیان ہے کہ ہم ابوسلمہ کے پاس موجود تھے ان کی زبان سے قال یحیی بن سعید نکلا ایک شخص نے ان سے کہا حدیث بیان کیجئے فرمانے لگے کیا تمہارا یہ خیال ہے

کہ میں تمہارے ساتھ تدلیس سے کام لیتا ہوں خدا کی قسم اگر اس مجلسِ درس سے مجھے معاف رکھا جائے تو وہ مجھے ایک لاکھ حدیث سے زیادہ محبوب ہے پھر یہ سند پڑھ دی حدثنی یحیی بن سعید بن قیس الانصاری عن سعید بن المسیب بن حزن القرشی۔

مدلسین کے واقعات بہت ہیں ائمہ نے ان کی وہ روایات جن میں انھوں نے تدلیس سے کام لیا منضبط کی ہیں اور احادیث میں جہاں انھوں نے تدلیس نہیں کی ظاہر ہے۔

حاکم نے حماد بن ابی سلیمان کو تو مدلس کہا مگر ابو اسامہ اور ابو معاویہ ضریر سے تدلیس کی نفی کی ہے حالانکہ ایسا نہیں بلاشبہ حماد کے متعلق امام شافعی کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے اپنے مشہور استاد ابراہیم نخعی سے ایک روایت کے بیان کرتے وقت عن ابراھیم کہا جس کو انھوں نے ابراہیم سے براہِ راست نہیں سنا تھا بلکہ مغیرہ کے توسط سے وہ اسے ابراہیم سے روایت کرتے تھے لیکن ابو اسامہ اور ابو معاویہ دونوں کے متعلق ائمہ فن کی تصریح موجود ہے کہ وہ مدلس تھے ابو اسامہ کے متعلق ابن سعد کے الفاظ ہیں۔

کان کثیر الحدیث ویدلس ویبین تدلیسہ[1] وہ کثیر الحدیث تھے اور مدلس، اپنی تدلیس کو بیان کر دیتے تھے

اسی طرح معیطی نے بھی ان کو کثیر التدلیس کہا ہے اور تصریح کی ہے کہ بعد میں انھوں نے یہ عادت چھوڑ دی تھی[2]، ابو معاویہ کے متعلق یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے ربما دلس[3] (اکثر تدلیس سے کام لیتے ہیں) ابن سعد اور دارقطنی نے بھی ان کے مدلس ہونے کی صراحت کی ہے۔[4]

حاکم نے جس تدلیس کا ذکر کیا ہے اسے اصطلاحِ محدثین میں تدلیس اسناد کہتے ہیں۔ محدث خطیب بغدادی نے کفایہ میں اس کے بارے میں چار اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) فقہا اور محدثین کے ایک گروہ کے نزدیک ایسے مدلس کی روایات سرے سے مقبول نہیں۔

---

[1] تہذیب التہذیب ص۲ ج ۳ طبع دائرۃ المعارف وطبقات المدلسین ص۹ طبع مصر۔
[2] میزان الاعتدال للذہبی ص۲۶ ج ۱ وطبقات المدلسین لابن حجر العسقلانی ص۲ ۔ [3] میزان الاعتدال ص۳۸۲ ج ۱۔
[4] ابن سعد کا قول تہذیب التہذیب ص۱۳۹ ج ۹۔ اور دارقطنی کا بیان طبقات المدلسین ص۱۱ میں مذکور ہے۔

(۲) اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس قسم کی روایات مطلقاً قابلِ قبول ہیں۔

(۳) بعض علماء کے نزدیک جب مدلس نے اس سے تدلیس کی جس سے سنا بھی نہیں اور ملاقات بھی نہیں ہوئی تو اگر یہ تدلیس اس کی روایات پر غالب ہے تو قابلِ قبول نہیں لیکن اگر لقا اور سماع تو اس سے حاصل تھا مگر وہ روایات اس سے نہیں سنی تھی جس میں تدلیس سے کام لیا تو وہ روایات مقبول ہونگی بشرطیکہ جس سے وہ روایت کی جائے وہ ثقہ ہو۔

(۴) اگر روایت میں سماع کے الفاظ موجود ہیں تو مقبول ہے ورنہ مردود۔ خطیب اس قول کو بیان کرکے کہتے ہیں۔

وھذا ھو الصحیح عندنا ؎۱	اور یہی ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

حافظ زین الدین عراقی فرماتے ہیں۔

والی ھذا ذھب الاکثرون وممن رواہ عن	اسی طرف بیشتر لوگ گئے ہیں ہمارے شیخ ابوسعید
جمہور ائمۃ الحدیث والفقہ والاصول شیخنا	علائی نے کتاب المراسیل میں اس کو جمہور ائمہ
ابوسعید العلائی فی کتاب المراسیل وھو قول	حدیث وفقہ واصول سے بیان کیا ہے شافعی
الشافعی وعلی بن المدینی ویحیی بن معین وغیرھم ؎۲	علی بن مدینی یحیی بن معین وغیرہ کا یہی قول ہے"

صحیحین میں مدلسین کی روایت | صحیحین میں اس قسم کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ شیخ ابن صلاح مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

وفی الصحیحین وغیرھما من الکتب المعتمدۃ	صحیحین اور دیگر مستند کتابوں میں اس قسم کی روایات
من حدیث ھذا الضرب کثیر جدا کقتادۃ والاعمش	بکثرت ہیں جیسے قتادہ اعمش اور ہشام بن بشیر وغیرہ
وھشام بن بشیر وغیرھم لان التدلیس لیس کذبا	کی روایات کیونکہ تدلیس کذب میں داخل نہیں بلکہ
وانما ھو ضرب من الایھام بلفظ محتمل ؎۳	محتمل الفاظ میں ایک قسم کا ابہام ہے۔

باقی آئندہ

؎۱ کفایہ ص۳۶۱۔ ؎۲ تنقیح الانظار قلمی ص۱۱۱۔ ؎۳ مقدمہ ابن صلاح ص۸۳ طبع حلب۔